اردو قصیدہ میں پیکر تراشی

سدھیر احمد☆
Sadheer Ahmad
ڈاکٹر نذر عابد☆☆
Dr. Nazar Abid

Abstarct:

"Qasida" is a famous genre of Urdu classical poetry. Besides other poetic characteristics like simile, metaphor, exaggeration, etc: one can find so many examples of imagery in Urdu "Qasida."
Mirza Muhammad Rafi Sauda, Sheikh Muhammad Ibrahim Zauq, Mirza Asadullah Khan Ghalib and many other Urdu poets have written verses in which they have potrayed natural scenes, incidents and human emotions and sentiment through imagery. There are five tribes of imagery i.e. visual, auditory, kinesthetic, olfactory and gustatory. Example of these all types of imagery are found in Urdu "Qasida."
In this article the use of imagery in Urdu "Qasida" has been discussed and analyzed.

اردو شعری ادب میں قصیدہ کو ایک قدیم صنف کی حیثیت حاصل ہے۔ درباروں سے وابستگی کی بنا پر اس کا ماضی انتہائی تابناک رہا ہے اور اس نے موضوعاتی تنوع، وسعتِ مضامین اور مدحت کے اوصاف کے باعث تاریخ کے اوراق میں جگہ بنائی ہے۔ قصیدہ گو شعرا نے مناظر فطرت، اپنے جذبات، احساسات، کیفیات، مشاہدات اور معاشرتی اقدار کو شعری تمثالوں میں پیش کیا اور اس صنفِ سخن سے خوب فائدہ اٹھایا۔

قدیم شاعری میں قصیدہ کی تشبیب میں مناظر فطرت کا بیان، بہار و باغ اور برسات کا بیان شعرا کا محبوب ترین موضوع رہا اور مقامی رنگ کی آمیزش سے منظر نگاری و پیکروں کے خدوخال مزید نکھرے۔ اردو کلاسیکی شاعری کی ذیل میں صنفِ قصیدہ میں امیجری کے دلکش اور ہو

☆ پی ایچ ڈی سکالر، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
☆ صدر شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

شہ پارہ نمونے موجود ہیں۔

اردو کلاسیکی ادب میں قلی قطب شاہ کا شمار مرثیہ و قصیدہ کے اولین معماروں میں ہوتا ہے۔ صاحب دیوان شاعر ہونے کے ناتے ان کے کلام کا ایک خاصا حصہ قصائد پر بھی مشتمل ہے۔ قصیدے کے اجزائے ترکیبی سے قطع نظر قلی قطب شاہ کے قصائد میں ان کی قوت متخیلہ نے وہ گل کاریاں کی ہیں کہ بیان کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور تخیلی بیان پر حقیقت کا گمان گزرتا ہے گو کہ ان کے ہاں بننے والے چھوٹے چھوٹے پیکروں پر منظر نگاری کا گماں ہوتا ہے مگر تہذیبی و ثقافتی مزاج کے حوالے سے یہ تمثالیں ان کی قوت تخیل اور مشاہدے کی وسعت پر دلالت کرتی ہیں۔ قلی قطب شاہ کے قصیدہ کی تشبیب میں امیجز کی پرداخت دیکھیے:

آج شہہ چیں مشرق مگر تھے شتاب
ڈھال فلک کی اُچا او شہِ عالی جناب
باندھ خنجر کرن کی زریں فرنگ ہات لے
صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب
چڑک فلک فیلِ مست، مستی سوں مکھ لال کر
گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب (۱)

تشبیب میں قلی قطب شاہ نے رات اور صبح کے منظر کی تصویر کشی کی ہے۔ ستاروں کا جلدی میں ٹمٹما کر رات کی سیاہ چادر اُتارنے کا منظر بصری امیجری کا کیا خوبصورت نمونہ ہے۔ صبح کے وقت سورج کی سرخ رنگت اور خنجر نما زریں کرنوں کے ہمراہ مستی سے طلوع ہونا غیر مجرد بصری امیجری کی عمدہ مثال ہے۔ لفظ شراب سے ذائقاتی حس کے تحرک کا انداز بھی انوکھا ہے اور دھوپ کی تمازت سے گرمی کی شدت لمسیاتی امیج تخلیق کرتی ہے جو ایک دیدنی تمثال ہے۔

خدائے سخن میر تقی میر کے کلیات میں کل سات قصائد موجود ہیں۔ میر نے زورِ طبیعت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان قصائد کی تشبیب بہاریہ رکھی ہے جہاں اصلیت اور مبالغہ دونوں کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔

حضرت علیؓ کی شان میں لکھے گئے قصیدہ لامیہ کی تشبیب تشبیہاتی صورت میں پیکروں کی تخلیق کا سبب بنتی ہے۔ میر کے قصیدہ کی تشبیب بہاریہ کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے:

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروزِ حمل
رنگِ گل جھمکے ہے ہر پات ہرے کی اوجھل

جوش گل یہ ہے جہاں تک کرے ہے کام نظر
لالہ و نرگس و گل سے ہیں بھرے دشت و جبل
لطفِ روئیدگی مت پوچھ کہ میں شبہے میں ہوں
سبزہ غلطاں ہے لبِ جُو یہ کہ خوابِ مخمل
چشم رکھتا ہے تو چل، فیضِ ہوا کو ٹک دیکھ
نرگس اُگتی ہے جہاں بوئی تھی دہقاں نے بصل (۲)

اشعار میں سورج کی تمازت، رنگ گل، نظروں کو خیرہ کرنا، میدان اور پہاڑ کا لالہ و نرگس و گل سے مہکنا، سبز رنگوں کا گلاب کے رنگوں میں مدغم ہونا اور سبزے کا ندی کنارے محو خواب ہونا خوبصورت بصری تشبیہاتی تمثالیں ہیں۔ شاعر نے اپنے زورِ تخیل سے ہوا میں وہ تاثیر اور تروتازگی بسادی ہے کہ پیاز کی جگہ بھی کھیتوں میں نرگس کے دیدہ زیب پھول اُگ آئے ہیں۔ ہری بھری ٹہنیاں پھولوں سے لدی ہوئی بہار کا مکمل نقشہ پیش کر رہی ہیں۔ کوہسار و مرغزار پھولوں کے رنگارنگ نظاروں سے بصارتوں کو دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں اور سبزہ زار میں ندی کا بہاؤ متحرک بصری اور سمعی امیجری کی بہترین مثال ہے۔ مخمل کا لفظ نرماہٹ کے باعث لمسیاتی حس کے تحرک کا باعث بھی بنتا ہے جبکہ خوشبو سے مہکتے ہوئے نظاروں کے باعث شاماتی حس بھی متحرک ہو جاتی ہے۔

مرزا محمد رفیع سوداؔ کا نام اردو قصیدہ کی روایت میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوداؔ کو باقاعدہ طور پر اردو قصیدے کی ہیئتی ترتیب کا خالق تصور کیا جاتا ہے۔ سوداؔ نے کل ۴۰ قصائد لکھے جن میں اکثر کی تشابیب بہاریہ ہیں۔ ذیل کے بہاریہ اشعار میں مناظر فطرت اور احساسات و جذبات کی تصویر کشی میں سوداؔ کی ہنر مندی دیکھی جا سکتی ہے:

برج حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزاں پہ صفِ لشکر بہار
کہتے ہیں یوں زبانی پیکِ صبا پہ حکم
پہنچا حضور سے طرفِ باغِ روزگار
مرکب جو شاخسار کے ہیں ان پر اب شتاب
پہنچیں سوار ہو کے جوانانِ برگ و بار (۳)

شاعر نے فنکارانہ مہارت اور زورِ تخیل سے خوبصورت سمعی و بصری اور مجرد حسی و تصوراتی تصاویر بنائی ہیں۔ برج حمل میں تاجدارِ خاور کا لشکر بہار کے ہمراہ خزاں پر صف کشی کرنا غیر مجرد بصری امیجری کی عمدہ مثال ہے۔ حکم کی تعمیل زبانی سمعی سطح پر بھی قاری کے لیے مانوس پیکر ہے۔ شاخوں پر موجود برگ و بار کے سوار جوانوں سے تشبیہ بھی مجرد حسی و تصوراتی اور بصری امیجری کے مختلف روپ ہیں۔

اردو قصیدہ کی روایت میں ایک اہم نام انشاء اللہ خان انشاء کا ہے جو سودؔا کے بعد اردو قصیدہ کے بھرم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انشاء کے کل ۱۰ قصائد دستیاب ہوئے ہیں جو ثقافتی و سماجی حوالوں کے ساتھ ساتھ بہاریہ و نشاطیہ رنگوں سے مزّین ہیں۔ ذیل کے شعری اقتباس میں ان کے ہاں پائی جانے والی حسیاتی تمثالیں دیکھی جاسکتی ہیں:

بگیاں پھولوں کی تیار کر اے بوئے سمن
کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ چمن
عالم اطفالِ نباتات پہ ہو گا کچھ اور
گورے کالے سبھی بیٹھیں گے نئے کپڑے پہن
شاخِ نازک سے کوئی ہاتھ میں لے کر اک بیت
ہو الگ سب سے نکالے گا نرالا جوبن (۴)

انشاء نے اپنے قصیدہ کی تشبیب میں چمن و نونہالانِ چمن کی نزاکت، جلوہ سامانیوں اور بانکپن کا نقشہ محاکاتی انداز میں بیان کیا ہے۔ بوئے سمن جہاں شاماتی حس کو مرتعش کرتی ہے وہاں مرئی صورت میں اس سے پھولوں کی بگیاں تیار کروانے اور پھر جوانانِ چمن کا سیر کو نکلنے کے منظر بصری تمثال کی صورت ہے، نونہالانِ چمن کا نئے ڈھنگ سے کپڑے پہننے کی تمثال اور پھر کالے گورے رنگوں میں بیٹھنا مجرد بصری تمثال کی مثال ہے۔ شاخِ نازک کو ہاتھ میں لینے سے لمسیاتی حس کا پیکر تخلیق ہوتا ہے جبکہ نسترن کا نئی صورت میں رنگ دکھلانا اور اس پر نرالا جوبن آنا متحرک و مربوط بصری تمثالی تجربے کی صورت ہے۔

اردو قصیدہ نگاری میں ذوقؔ کا منفرد اندازِ بیان ان کی شناخت ایک بالغ نظر قصیدہ گو کے طور پر کرواتا ہے۔ شیخ ابراہیم ذوق نے کل ۳۳ قصائد لکھے جن میں تمثالوں کا ایک وافر ذخیرہ موجود

ہے اور ذوق کا عمدہ تخیل ان تمثالوں کو نئے پن اور گہری معنویت سے آشنا کرتا ہے۔ قصیدہ کے ان اشعار میں ذوق کی تخلیق کردہ تمثالیں معنوی ارتفاع کے پر تاثیر نمونے معلوم ہوتے ہیں:

ساون میں دیا پھر مہِ شوال دکھائی
برسات میں عید آئی، قدح کش کی بن آئی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے میں
ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اُڑائی
یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے
ہووے نہ ممیز کرہ ناری و مائی (۵)

شاعر نے کیفیات اور مناظر کو رنگ دے کر متحرک بصری، لمسیاتی، ذائقاتی اور سماعی تمثالیں تخلیق کی ہیں۔ خوشی انسانی احساسات کا حصہ ہے اور اس کے اثرات چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ برسات میں عید کا چاند نظر آنا اس فرطیہ رجحان کو اور مہمیز دیتا ہے جو اعلیٰ سطح کی ایک بصری تمثال ہے۔ بجلی کے کوندنے کا عمل بیک وقت سمعی و بصری حسوں کو تحریک دیتا ہے۔ قدح کشوں کو نشے کی حالت میں ساقی کی طرح منہ میں شراب لے کر آگ بھڑکانے کے عمل سوجھنا تلازماتی سطح پر ذائقاتی، لمسیاتی اور حرکی بصری تمثال گری کا نمونہ ہے۔ کرہ ناری و مائی میں تمیز لمسیاتی و بصری سطح پر عمدہ پیکروں کی تخلیق کا باعث بنتی ہے۔

اردو قصیدہ کی روایت کا اک اور بڑا نام منفرد طرزِ احساس کے حامل قصیدہ گو مصحفیؔ کا ہے۔ مصحفیؔ کے ہاں حسیات کو متحرک کرنے والی آرائشی تمثالیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ تشبیہاتی اندازِ بیاں اس تجسیمی صورت کو اور بھی صیقل کرتا ہے اور شاعر کی مشاہداتی کیفیت فطری پن اور منفرد اسلوب میں ظاہر ہوتی ہے۔ ذیل کے اشعار مصحفی کی اسی تخلیقی حیثیت پر بھرپور دلالت کرتے ہیں:

زرد مٹی ہے سو سونے کی طرح گلی ہے
سیم گل جاتی ہے دو بوندوں میں جوں سیم پگھل
شیر لیتے ہیں غزالوں کی طرح راہِ گریز
گونجتا ہے جو کبھی شیر سیہ سا بادل
سیب نقشی سا نظر آوے ہے بوندوں سے تمام
شاخ پر نخلِ ثمردار کی اس رت کا پھل (۶)

مصحفی کے قصیدہ کے ان اشعار میں بہار اور برسات کی کیفیات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بارش کے ساتھ زرد مٹی کا سونے اور چاندی کی طرح گلنا، شیروں کا ہرنوں کی طرح راہ گریز اختیار کرنا آرائشی سطح پر خوبصورت تشبیہاتی انداز میں بصری تصویر ہے۔ سیاہ بادلوں کا شیر کی طرح گونجنا قرین فطرت سمعی و بصری تمثال کی بنت ہے، س اور ش کی تکرار بھی عمدہ صوتی تاثیر پیدا کرتی ہے۔ بارش کی بوندیں نخلِ ثمر دار پر نقشی سیبوں کی مانند نظر آنا ایک طرف تو ذائقاتی حس کو مرتعش کرتی ہے تو دوسری طرف بصری تمثال کی فطرت کے عین مطابق عمدہ مثال بھی ہے۔

مرزا اسد اللہ خان غالب کے قصائد کی تعداد اگرچہ صرف چار تک محدود ہے مگر ان کے قصائد میں منفرد متفرق امیجری کے نمونے ان کی جودت طبع اور اختراعی ذہن پر دلالت کرتے ہیں اور ان قصائد کی اہمیت سے کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں۔ غالب کے قصائد میں تصورات و تاثرات کی جا بہ جا رنگ آمیزی و نقش آرائی ان کے فکر و فن کا حسین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالب کے قصیدہ کے اشعار میں مصورانہ شاعری کے نقوش ملاحظہ ہوں:

صبح دم دروازۂ خاور کھلا
مہر عالم تاب کا منظر کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف میں
شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
سطح گردوں پر پڑا تھا رات کو
موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا
صبح آیا جانبِ مشرق نظر
اک نگار آتشیں رخ، سر کھلا (۷)

صبح کی منظر کشی میں تشبیہاتی و استعاراتی انداز شاعر کے داخلی محسوسات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ صبح کے وقت سورج کا مشرق کے دروازے سے مجسم صورت میں نکل کر دنیا کو روشن کرنا، چاندی کے زیورات اور موتیوں کی طرح ستاروں کا آسمان پر جگمگانا اور چاند کے تصرف میں زیور کی طرح آ کر غائب ہو جانا اور نگارِ آتشیں کا سر کھولے اپنی کرنوں کے ساتھ تابناک چہرہ لیے نمودار ہونا

آرائشی سطح کے متحرک بصری تمثالیں ہیں۔ تجرید کی تجسیم میں کیفیات اور علائق کا نیا شعور اس امیجری میں اپنی زبان بول رہا ہے اور یہ شعری پیکر شاعر کے مشاہدات و تجربات میں اک نیا پن پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

اردو قصیدہ میں طرزِ نو کے موجد محسن کاکوروی کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ محسن نے قصیدہ کو نعتیہ بیان سے مزین کر کے اس فن میں اپنے لیے نئی راہ تراشی ہے اور اپنے منفرد اسلوب اور موضوعات کے حوالے سے فن قصیدہ نگاری میں جدت پیدا کی ہے۔ محسن کا قصیدہ لامیہ یا ''مدح خیر المرسلین'' اس حوالے سے ایک اہم دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔

محسن نے کیفیات، مشاہدات اور احساسات کو بیان و بدیع، علائم و علائق کے نئے شعور سے آراستہ کر کے دلکش شعری پیکر تخلیق کیے ہیں۔ محسن کی تمثالیت میں رمزیت کا عنصر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تجرید کی تجسیم بھی منفرد تاثر کی حامل ہوتی ہے اور حواس کی آمیزش سے ابھرنے والی تمثالیں گہری معنویت سے عبارت ہوتی ہیں۔ محسن کے قصیدۂ لامیہ کے ان اشعار میں جامع تمثالوں کی مختلف صورتیں ملتی ہیں:

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی و عربی
زیبِ دامانِ ابد، طرۂ دستارِ ازل
اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دو عالم کا ثمر
بحرِ وحدت کا گہر، چشمۂ کثرت کا کنول
ہو مرا ریشہ امید، وہ نخلِ سر سبز
جس کی ہر شاخ میں ہو پھول، ہر اک پھول میں پھل (۸)

محسن کاکوروی نے اپنے احساسات اور کیفیات کو مجسم پیکروں کی صورت میں قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ تمثالیں تشبیہات، استعارات اور علامات کے توسط سے تخلیق کی گئی ہیں۔ ان تمثالوں میں لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ کی حسیات کو متحرک کیا گیا ہے۔

دلکش تراکیب کلام کے حسن کو اور نکھارتی ہیں۔ گلِ خوش رنگ تشبیہاتی سطح پر بصری اور مشامی امیج ہے۔ زیب دامان ابد اور طرّۂ دستار ازل لمسیاتی و بصری سطح کے پیکر ہیں جو تمام تر رعنائیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اوج رفعت کا قمر اور نخل دو عالم کا ثمر استعاراتی بصری پیکر کی عمدہ مثالیں ہیں۔ حضور اکرمؐ کی شانِ مبارکہ کے بیان میں یہ انداز اپنی جگہ منفرد اور نرالا ہے۔ بحرِ و

حدت کا گہر اور چشمہٴ کثرت کا کنول استعاراتی سطح کے ہجومی بصری تمثال ہیں جبکہ گہر کی نظافت اور کنول کی پاکیزگی بصارت کو مہمیز کرتی ہوتی شامہ کو بھی متحرک کرتی ہے۔ ریشہٴ امید نادر ترکیب ہے جو نخلِ سر سبز کے ساتھ تشبیہی سطح پر مجرد بصری امیج تخلیق کرتی ہے۔ امید کی شاخ میں پھول اور پھل بھی تجرید کی تجسیم کا انوکھا تجربہ ہے۔ قاری اس خوش نما باغ میں کھڑا پورے منظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ شاخ پر کھلے پھول بصری ومشامی اور پھولوں میں پھل کی موجودگی کا احساس ذائقاتی امیجری کے بہترین نمونے ہیں۔

بحیثیت مجموعی موضوعاتی جدت، اوصاف مدحت اور وسعتِ مضامین کے باعث صنفِ قصیدہ نگاری میں مقامی رنگ کی آمیزش سے منظر نگاری و پیکر تراشی کے خدوخال مزید نکھرے اور قصیدہ گو شعرا نے حسیاتی سطح پر گہری معنویت اور تاثیر کی حامل سمعی وبصری، شاماتی، ذائقاتی اور لمسیاتی تمثالیں تراش کر امیجری کی روایت کو فروغ دیا۔

المختصر اردو قصیدہ میں تمثالی مرقعوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے جن کے پسِ منظر میں ایک طرف مناظر کے علاوہ تہذیبی و ثقافتی شعور بھی جھلکتا ہوا معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف یہ امیجز تخلیقی وجدان کے باعث امیجری کی روایت میں ایک اہم اضافے کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ’’کلیات قلی قطب شاہ‘‘، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۴۰ء، ص۲۱۰

۲۔ کلب علی خان فائق، مرتبہ ’’کلیاتِ میر‘‘، جلد پنجم، مجلس ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص۱۲۹

۳۔ شمس الرحمٰن صدیقی، مرتبہ ’’کلیاتِ سودا‘‘ جلد دوم، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۳۲ء، ص۹۸

۴۔ خلیل الرحمان داؤدی، مرتبہ ’’کلیاتِ انشاء‘‘ مجلس ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص۷۵

۵۔ سر شاہ محمد سلیمان، ڈاکٹر، ’’قصائدِ ذوق‘‘ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص۷۰

۶۔ نور الحسن ہاشمی، مرتبہ، ’’کلیاتِ مصحفی‘‘ جلد نہم، مجلس ترقیٔ ادب لاہور، طبع سوم، جون ۱۹۹۹ء، ص۱۰۷

۷۔ امتیاز علی عرشی، مرتبہ ’’دیوانِ غالب‘‘ انجمن ترقیٔ اردو ہند، علی گڑھ، باراوّل، ۱۹۵۸ء، ص۱۳۸

۸۔ محسن کاکوروی، ’’گلدستۂ محسن‘‘، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۸۵ء، ص۳۸، ۳۹